ڈاکٹو نار اشدی

مخدوم امیر احمد

۱۳۲۱ — ۱۳۹۱ھ
۱۹۰۱ — ۱۹۷۱ء

استاد العلماء الحاج حافظ مخدوم امیر احمد قریشی ہاشمی مطلبی کا شمار سرزمین سندھ کے چوٹی کے علمائے دین اور اساتذہ کرام میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق کھوڑا (کھہڑا) تعلقہ گمبٹ ریاست خیرپور میرس کے اُس عالی نسب و عالی مرتبت مخدوم خاندان سے تھا جس نے وادیٔ مہران میں اسلام کی سربلندی اور توحید و رسالت کی تبلیغ و اشاعت میں مثالی خدمات انجام دی ہیں۔

حضرت سید ابراہیم شہید اس خانوادۂ مخدوم کے مورثِ اعلیٰ تھے وہ ۲۲۸ھ میں بغرض اشاعتِ اسلام بغداد سے سندھ تشریف لائے اور مضافات حیدرآباد (جو اس زمانہ میں نیرون کوٹ کے نام سے موسوم تھا) میں بود و باش اختیار کی۔ حضرت سید ابراہیم شہید کی اولاد میں سے ایک بزرگ سیدنا محمد بن سیدنا یحییٰ کو "مخدوم الملک" کے اعلیٰ لقب سے ملقب کیا گیا تھا۔ اُس وقت سے اس خاندان کے افراد "سید" کے بجائے "مخدوم" کہلانے لگے۔

ان مخدوموں کے ایک دوسرے بزرگ مخدوم اسداللہ نیرون کوٹ (موجودہ حیدرآباد) سے ۹۰۱ھ میں نقل مکانی کر کے ضلع خیرپور کے ایک نواحی قریہ "بیری" میں اقامت پذیر ہوئے۔ پھر مخدوم اسداللہ کے پرپوتے مخدوم عبدالخالق نے "بیری" سے بیس میل مغرب کی جانب کھوڑا[۲] نامی قصبہ میں سکونت اختیار کی۔

مخدوم امیر احمد کا سلسلۂ نسب حضرت مخدوم عبدالرحمٰن شہید کے واسطے سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک اس طرح پہنچتا ہے

مخدوم امیر احمد بن مخدوم احمد بن مخدوم عظمت اللہ بن مخدوم احمد بن مخدوم محمد عاقل بن مخدوم احمد بن مخدوم عبدالرحمٰن شہید . . . . . . حضرت عبداللہ بن عباس عم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(سوانح مخدوم عبدالرحمٰن شہید بحوالہ مہران سوانح نمبر ص ۲۴۴)

مخدوم امیر احمد ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۱ء قصبہ کھوڑا تعلقہ گمبٹ ضلع خیرپور میں تولد ہوئے ۔

مخدوم امیر احمد کی ابتدائی تربیت ان کے صاحبِ علم و کمال ماموں مخدوم اللہ بخش عاصیؔ کے سایۂ عاطفت میں ہوئی ۔ مخدوم صاحب بارہ برس کے سن میں تھے کہ ان کے ماموں جوارِ رحمت میں جا پہنچے ۔

مخدوم امیر احمد نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک مقامی اسکول میں سندھی اور انگریزی کی تعلیم حاصل کی ۔ لیکن فرنگیوں کی زبان انگریزی کو اپنانے کے لیے ان کی طبیعت مائل نہیں تھی اس لیے انھوں نے انگریزی پڑھنا ترک کر دیا ۔ لیکن بعد میں جب عملی زندگی کے دوران انگریزی سے واقفیت لازمی محسوس ہوئی تو انھوں نے اپنے طور پر انگریزی پڑھنے لکھنے کی اتنی استعداد حاصل کر لی کہ انگریزی میں بہترین خط و کتابت اور ڈرافٹنگ کر سکتے تھے ۔

مخدوم صاحب بچپن سے نہایت ذہین ذکی طباع اور نیک تھے ۔ ایام تعلیم میں ہمیشہ پوزیشن حاصل کرتے ۔ جس کے باعث انہیں ریاست خیرپور کی جانب سے تعلیم کے اخراجات کے لیے وظیفے ملتے تھے ۔

۱۹۱۶ء میں سردار محمد ابراہیم شیخ کے ناز ہائی اسکول خیرپور میں داخل ہوئے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں والدین نے انہیں اسکول سے اٹھا لیا اور حافظ محمد سلیمان کے حوالے کر دیا جن سے مخدوم صاحب نے قرآن پڑھا ۔ اس کے بعد مولوی بخش علی شہباری کے زیرِ نگرانی فارسی کے کچھ اسباق پڑھے ۔ مولوی بخش علی ضلع دادو کے رہنے والے تھے ۔ قدیم مدرسہ مخدومیہ میں معلم تھے اور کھوڑا میں رہتے تھے ان کی وفات کے مخدوم صاحب نے حافظ سلیمان کے پاس مزید فارسی

پڑھی لیکن فارسی اور عربی علوم و ادبیات کی تکمیل مولانا محمد ہاشم انصاری کی شاگردی میں ہوئی۔
مولانا محمد ہاشم انصاری ایک متبحر عالم اور چوٹی کے استاد تھے۔

(مہران سوانح نمبر ۱۹۵۷ء - ص ۲۴۴، ۲۴۵)

مخدوم امیر احمد کے پھوپھی زاد بھائی اور کھوڑا کے سجادہ نشین مخدوم شفیع محمد نے ذاتی اختلافات کی بنا پر مولانا محمد ہاشم انصاری کو ریاست بدر کردیا۔ مخدوم امیر احمد نے اپنے استاد مولانا ہاشم کے ساتھ کھوڑا کی رہائش کو خیرباد کہا اور ان کے ہمراہ نوشہرہ فیروز ضلع نواب شاہ میں قیام پذیر ہوئے۔ مخدوم صاحب نے نوشہرہ فیروز کے عرصۂ قیام میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں دستارِ فضیلت کا اعزاز بھی حاصل کیا۔

حافظ مخدوم امیر احمد نے اپنے سلسلہ درس و تدریس کا آغاز ۱۹۳۲ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول نوشہرہ فیروز میں عربی کے استاد کی حیثیت سے کیا۔ ہندوؤں کی ناانصافیوں اور مسلم دشمن سرگرمیوں کے مدِنظر مسلمانوں کی دینی و اسلامی تعلیم و تربیت کی غرض سے ۱۹۳۸ء میں مسلم ہائی اسکول نواب شاہ زیرِ اہتمام ڈسٹرکٹ لوکل بورڈ کا قیام عمل میں آیا تو شعبہ عربی کے صدر مدرس کا عہدہ مخدوم صاحب کو تفویض ہوا۔

سندھ کے مشہور ماہرِ تعلیم اور عربی کے ممتاز اسکالر شمس العلماء علامہ ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ (جو اس وقت ڈائرکٹر تعلیمات سندھ تھے) اور سید علی اکبر شاہ (جہڑ والے) جیسے صفِ اول کے عالم و مقرر کی کوششوں سے ۱۹۴۷ء میں جامعہ عربیہ سندھ Sind Arabic University کی داغ بیل ڈالی گئی تو ۱۹۴۵ء میں مولانا مخدوم امیر احمد کو جوہر قابل دیکھ کر شعبہ عربی کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۶ء میں جامعہ عربیہ سندھ کے پرنسپل بنا دیئے گئے۔ ۱۹۵۳ء تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے۔ نامساعد حالات کے باعث جامعہ عربیہ کا منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ علامہ ڈاکٹر داؤد پوتہ کے انتقال کے بعد جامعہ عربیہ کا تعلیمی معیار جو کالج کے معیار تک پہنچا تھا۔ گھٹ کر ہائی اسکول تک رہ گیا۔ آج بھی یہ ادارہ ہائی اسکول کی شکل میں موجود ہے۔

مخدوم صاحب نے ۱۹۵۳ء میں حرمین شریفین کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور حج بیت اللہ

سے مشرف ہوئے ۔

بین الاقوامی شہرت کے حامل، سندھ کے یکتائے عصر مفکر و دانش علامہ آئی آئی قاضی جو اس زمانے میں سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے، نے پنجاب الہ آباد اور ناگپور یونیورسٹیوں کے نہج پر سندھ یونیورسٹی سے ملحق ایک علوم شرقیہ کالج کی بنیاد ڈالی تو ان کی نظر انتخاب مخدوم امیر احمد جیسی مجموعہ کمالات شخصیت پر پڑی علامہ قاضی نے انھیں نہ صرف سندھ اورنٹیل کالج کے قیام و انتظام کی ذمہ داریاں سونپیں بلکہ اس کالج کا پہلا سربراہ بھی مقرر کیا۔ مخدوم صاحب نے انتہائی کوشش و توجہ اور صلاحیت و انہماک سے اورنٹیل کالج کو ایک مثالی کالج بنا دیا۔ اورنٹیل کالج حیدرآباد کے بے شمار طلباء و اساتذہ نے علم و ادب کی دنیا میں قابل قدر خدمات انجام دیں مخدوم امیر احمد تا حیات یعنی ۱۹۷۱ء تک اورنٹیل کالج کے پرنسپل رہے۔ مخدوم صاحب کی وفات کے بعد یہ کالج ختم ہوگیا۔ اب اورنٹیل کالج کی جگہ اسلامیہ ماڈرن ہائی اسکول کا وجود باقی ہے۔

مخدوم صاحب سندھ یونیورسٹی کے شعبہ عربی میں بی اے (آنرز) اور ایم اے (عربی) کے ممتحن اور اعزازی پروفیسر رہے۔

مخدوم صاحب کی ہر دلعزیز شخصیت اساتذہ قدیم اور اکابر اسلام کا نادر نمونہ تھی۔ ان کی ہمہ جہت و بافیض شخصیت کی بنا پر وہ سندھ کے بڑے سے بڑے علمی ثقافتی و ادبی اداروں کے بانی صدر اور رکن رہے۔ مخدوم صاحب مسلم گرلس کالج (قیام ۱۹۵۳ء) اسلامیہ ماڈرن ہائی اسکول (۱۹۵۵ء) اور حمایت الاسلام ہائی اسکول جیسی اہم تعلیمی درسگاہوں کے بانی اور سکریٹری تھے۔ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی کے ڈائرکٹر، سندھ طبیہ کالج کی مجلس مشاورت کے رکن ہونے کے علاوہ سندھ یونیورسٹی سینیٹ اور سندھی ادبی بورڈ (قیام ۱۹۴۷ء) کی رکنیت کا اعزاز بھی انھیں حاصل تھا۔

مخدوم امیر احمد بزرگان سلف کے یادگار تھے۔ ان کی شخصیت بڑی دلآویز اور مسحور کن تھی ان کی باتوں میں گلوں کی خوشبو، لبوں پہ پھولوں جیسی مسکراہٹ ہوتی تھی۔ یہ راقم (وفا راشدی) کی خوش نصیبی ہے کہ اسے مخدوم صاحب جیسے جامع الصفات بزرگ سے شرفِ نیازمندی حاصل رہا۔ راقم کی ایک کتاب "بنگال میں اردو" (مکتبہ اشاعتِ اردو

حیدر آباد ۱۹۵۵ء) مخدوم صاحب اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی تجویز و سفارش سے پہلی بار سندھ یونیورسٹی کے نصاب میں شامل کی گئی تھی۔

مخدوم صاحب کی توجہ اور کوششوں سے ایسے لاتعداد شاگرد پیدا ہوئے جو آج آسمان علم و ادب کے درخشندہ ستارے ہیں ان میں ڈاکٹر نبی بخش خانؒ بلوچ سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی، سابق وائس چانسلر شرعی یونیورسٹی، سابق مشیر اعلیٰ ہجرہ کونسل، موجودہ چیئرمین مقتدرہ سندھی زبان جیسے ماہر تعلیم ممتاز دانشور مصنف و محقق خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مخدوم امیر احمد نے یکم محرم الحرام ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۷۱ء کو حیدر آباد (سندھ) میں وفات پائی۔ خاندان مخادیم کھوڑا کے قدیم قبرستان "مخدوم شہیدوں" (واقع کھوڑا تعلقہ گمبٹ خیرپور میرس) کے سین قبرستان کے اندر مدفون ہوئے۔ جہاں مخدوم صاحب کے بزرگان دین و اولیائے کرام آسودہ ہیں۔

مخدوم امیر احمد عربی، فارسی، سندھی اور اردو کے استاد کامل تھے۔ ان سب زبانوں میں ان کے ارشادات مستند اور قابل عمل مانے جاتے تھے۔ ان زبانوں میں ان کی تصنیفات و تالیفات نہ صرف تلامذہ و طلباء کے لیے بلکہ اساتذہ کے لیے بھی مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں سندھ کی قدیم تاریخ و تہذیب سے جیسی واقفیت مخدوم صاحب کو تھی۔ ویسی بہت کم لوگوں کو ہے۔

سندھی ادبی بورڈ کے پہلے اجلاس منعقدہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۱ء میں عربی و فارسی زبان میں سندھی زبان کی تواریخ اور ادبیات پر قدیم ذخیرہ کتب کو سندھی اور اردو میں محفوظ کرنے کا پروگرام مرتب ہوا تو یہ اہم کام مخدوم امیر احمد کے سپرد کیا گیا اُنھوں نے نہایت عالمانہ انداز میں کامیابی کے ساتھ حسب ذیل عربی و فارسی کتابوں کو سندھی میں منتقل کیا۔ اور یہ کتابیں سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہوئیں۔

آج یہ سب کتابیں سندھ کے علوم و فنون کی تحقیق کے بنیادی ماٰخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سندھی

۱۔ فتح نامہ سندھ عرف چچ نامہ (فارسی) مطبوعہ ۱۹۵۴ء

۲۔ تحفۃ الکرام (فارسی) مصنفہ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی مطبوعہ ۱۹۵۷ء (اردو ترجمہ اختر رضوی) پیش لفظ، تحفۃ الکرام از ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)

۳۔ تاریخ معصومی (مصنفہ میر معصوم بکھری) فارسی مطبوعہ ۱۹۵۳ء

عربی

۱۔ بذل القوۃ فی حوادث سنی النبوۃ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ ۱۹۶۶ء

اس کتاب کی تصنیف پر مخدوم صاحب کو سندھ یونیورسٹی کی جانب سے ڈاکٹریٹ (پی ایچ ڈی) کی اعزازی ڈگری دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا لیکن ان کی وفات (۱۹۷۱ء) کی وجہ سے اس فیصلہ پر عمل نہ ہو سکا۔

۲۔ حیواۃ القاری فی شرح البخاری (مخطوطہ) مصنفہ مولانا محمد ہاشم ٹھٹھوی

مخدوم صاحب نے ۱۹۵۲ء میں اس قدیم مخطوطہ کو مقدمہ تصحیح و حواشی کے ساتھ عربی میں ایڈٹ کیا۔ یہ ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

اردو

۱۔ مخدوم صاحب نے رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی کا مکمل منثور ترجمہ سندھ یونیورسٹی کی فرمائش پر کیا تھا۔ یہ ترجمہ سلیس اردو نثر میں ہے۔ ساتھ ہی کلام لطیف کی شرح بھی اردو میں شامل ہے۔ کلام لطیف کا یہ اردو صحیفہ اب تک شائع نہ ہو سکا۔ اس ترجمہ کا اصلی قلمی نسخہ تلاش کر کے اسے بلا تاخیر شائع کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

۲۔ الدین الکامل۔

یہ کتاب ہائی اسکولوں اور کالجوں کے نصاب میں شامل ہے۔

۲- سیرت طیبہ

۷ سرزمین سندھ میں علم حدیث

اورنٹیل کالج کے کتب خانے میں مختلف علوم و فنون اور قدیم و جدید کتب کا بہت عمدہ ذخیرہ جمع ہو گیا تھا اس کتب خانے میں اردو کی پرانی سے پرانی اور نئی سے نئی کتابیں مخدوم صاحب کی سرپرستی میں شامل کی گئی تھیں۔ راقم کو مخدوم صاحب کی زندگی میں اس کتب خانے سے استفادہ کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

مخدوم صاحب نے مختلف کانفرنسوں اور دینی و علمی جلسوں میں جو تقریریں کی ہیں اور جو خطبات دیئے ہیں وہ اردو زبان کا سرمایہ علمی ہیں۔ ان کے اکثر مضامین و مقالات اردو کے بعض رسائل مثلاً چراغ راہ لاہور، المعارف، لاہور، ماہ کراچی اور الرحیم حیدرآباد وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں۔

مخدوم صاحب کی وہ اردو تقریر بھی نہایت بصیرت افروز اور روح نواز تھیں جو انھوں نے بحیثیت صدر یوم غوث الاعظم (منعقدہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء بمقام کوٹری سندھ زیر اہتمام اردو مجلس) کے موقع پر فرمائی تھی۔ اس یادگار اجتماع کے جلیل القدر مقررین میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صدر شعبۂ اردو جامعہ سندھ اور مولانا علی اکبر شاہ پرنسپل جامعہ عربیہ میں شامل تھے راقم الحروف معتمد مجلس مذکور نے نظامت کے فرائض انجام دیئے تھے۔

"سرزمین سندھ میں علم حدیث" اردو میں مولانا مخدوم امیر احمد کی تحقیقی و تاریخی تصنیف ہے مخدوم صاحب نے اس تصنیف کا ایک حصہ مقالہ کی صورت میں کل پاکستان تعلیمات کانفرنس حیدرآباد سندھ منعقدہ جنوری ۱۹۶۳ء میں پڑھا تھا۔ موصوف اس وقت پرنسپل سندھ اورنٹیل کالج کے علاوہ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی کے ڈائرکٹر بھی تھے۔ ابھی یہ تصنیف کتابی شکل میں شائع نہیں ہوئی البتہ اس طویل مقالہ کی دو قسطیں ماہنامہ الرحیم حیدرآباد (مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈیمی) بابت جولائی اور اگست ۱۹۶۳ء کے دو شماروں میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔

سرزمین سندھ میں علم حدیث ــ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا مخدوم امیر احمد

نہ صرف کی سندھ تاریخ و ثقافت کے موضوع پر بلکہ علم حدیث اور تاریخ اسلام پر اتھارٹی تھے۔ انہیں تذکرہ نولیسی پر کمال تھا۔ عربی علوم و ادبیات پر عالمانہ بصیرت اور ناقدانہ نظر کے حامل تھے سرزمین سندھ سے تعلق رکھنے اور مادری زبان سندھی ہونے کے باوجود جس طرح سلیس اور صاف اردو میں گفتگو فرماتے تھے اسی طرح لکھتے بھی تھے۔ ان کا یہ انداز اور یہ رنگ ان کے زیرِبحث مقالہ میں پوری طرح نمایاں ہے۔ عربی الفاظ و محاورات، قرآنی آیات و تلمیحات کا استعمال اس خوش اسلوبی سے کیا ہے کہ زبان وبیان کی روانی و شگفتگی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اسلوب سادہ اور عام فہم ہونے کے باوصف علمیت و ادبیت کی خوشبو سے قارئین کی رُوح و طبع مسرور و معطر ہو جاتی ہے۔

سرزمین سندھ میں علم وحدیث کا ایک نسخہ مخدوم صاحب نے خود اپنے قلم سے لکھا ہوا اس خاکسار کو اگست ۱۹۶۳ء میں ازراہ شفقت عنایت فرمایا تھا جو راقم کے نجی کتب خانے میں محفوظ ہے

حواشی

۱ خانوادۂ مخدوم: مخدوم ذات نہیں لقب ہے۔ یہ لفظ دراصل "مخدوم الملک" کا مخفف ہے۔ خانوادۂ مخدوم کے لوگ سندھ کے متعدد مقامات مثلاً ہالہ، پاٹ سیہون، روہڑی، بوبک، محمدپور ٹھٹھہ اور کھوڑا وغیرہ میں سکونت پذیر ہیں۔ اور یہ لوگ مختلف ذاتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ مخدوم عبدالرؤف ہالہ قدیم ذات کے بھٹی، مخدوم عبدالرحیم گرہوڑی، ذات کے منگریہ، مخدوم بلاول (بوبک والے) ذات کے سمّہ ہالہ (جدید) اور پاٹ کے غلام صاحبان ذات کے صدیقی ہیں۔ کھوڑا کے مخدوم ہاشمی و مطلبی ہیں۔ اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی ذات کے پتوہر ہیں۔

کسی زمانہ میں ٹھٹھہ کے یہ چار مخدوم خاندان علم و عرفان اور تصوف و شریعت میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔

۱۔ مخدوم ابوالقاسم نقشبندی کا خاندان جو نقشبندی طریقت کا مبلغ تھا۔

۲۔ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی جن کی ذاتِ بابرکات پورے سندھ کے لیے مرجع خلائق تھی۔

۳۔ میر احسن اللہ اور میر نظر علی نے رشد وہدایت سے ایک خلق کی خدمت کی ہے

۴۔ مخدوم ابراہیم قلیل نقشبندی کا خاندان علوم معقول ومنقول اور تصوف وطریقت میں یگانہ تھا

خانوادہ مخادیم کے تذکرے حسب ذیل تذکروں میں موجود ہیں ۔

(۱) تاریخ تحفۃ الکرام (۲) بذل القوۃ فی حوادث سن النبوۃ ، مؤلفہ علامہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (عربی)، (۳) پیغام شاہ ، از جی ایم سید (۴) تاریخ سندھ (حصہ ششم عہد کلہوڑہ) از مولانا غلام رسول مہر (۵) تذکرہ مخادیم کھہڑا (قلمی) مملوکہ سندھ یونیورسٹی لائبریری ، مؤلفہ مخدوم اللہ بخش کھہڑوی عاصی ۔

۲ھ کھوڑا : (کھہڑا) تعلقہ گمبٹ ریاست خیرپور میرس کا ایک قصبہ ہے۔ کھوڑا اس قبیلہ کا نام ہے جس نے پہلے پہل اس قصبہ کو گاؤں کی شکل میں بسایا اور خود بھی اس میں آباد ہوا ۔ اس قبیلہ کی مناسبت سے اس گاؤں کا نام کھوڑا پڑ گیا ۔ تحریک پاکستان کے مشہور رہنما قائد اعظم کے رفیق کار ، سندھ کے عظیم سیاست داں محمد ایوب کھوڑو بھی اسی قبیلے اور اسی قصبے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

۳ھ مخدوم اللہ بخش عاصی | مخدوم عطا محمد معروف بہ مخدوم اللہ بخش عاصی کھوڑوی (المتوفی ۲ رجب ۱۳۳۵ھ مدفن کھوڑا) ریاست خیرپور کے مشہور ولی اللہ مخدوم عبدالرحمن شہید کی اولاد میں سے تھے اس خاندان کا علمی وروحانی فیضان پورے سندھ میں آج تک جاری وساری ہے ۔ مخدوم اللہ بخش کے والد ماجد مخدوم محمد عاقل کئی علمی ودینی کتابوں کے مصنف تھے جن میں تاریخ عالم موسوم بہ "آئینہ جہاں نما"، ریاض محفل ، تفسیر پارہ عم اور مسائل فقہ حنفی وغیرہ قابل ذکر ہیں ۔

مخدوم اللہ بخش عاصی ریاست خیرپور میرس کے نامور شخصیت تھے ، علمی ادبی وقانونی اعتبار سے ایک خاص مرتبہ کے حامل تھے ۔ وہ ایک باکمال انشاء پرداز ، بلند پایہ مقرر وخطیب بھی تھے ۔ مسجدوں اور علمی مجلسوں میں ان کی تقاریر اور خطبات پر تاثیر اور مسحور کن ہوتے تھے عربی ، فارسی ، انگریزی ، سندھی اور اردو زبانوں پر پورا پورا عبور رکھتے تھے ۔ ان سب زبانوں میں ان کی تحریریں ملتی ہیں ، تفسیر حدیث ، فقہ اور دیگر علمی ودینی مباحث پر ان کی

متعدد تصنیفات وتالیفات موجود ہیں چند کے نام یہ ہیں۔

۱- تفسیر تسہیل القرآن (سندھی) ۲- رسول اللہ ﷺ کا علم غیب (سندھی)
۳ الیاغوجی، منطق (فارسی) ۴- تذکرہ مخادیم کھوڑا (فارسی)

مخدوم عربی، فارسی، سندھی اور اردو کے قادرالکلام شاعر اور ادیب تھے۔ عاصی تخلص کرتے تھے۔ نعت اور غزل میں کمال رکھتے تھے۔ مخدوم عاصی کی ایک معرکۃ الآرا نعت اس خصوصیت کی بناء پر مشہور ہے کہ یہ بیک وقت چار زبانوں میں کہی گئی ہے چار مصرعوں کا پہلا مصرعہ فارسی میں، دوسرا سندھی تیسرا اردو اور چوتھا عربی میں ہے۔ نعت گوئی کا یہ منفرد انداز عاصی کی شاعرانہ عظمت کا ایک نمونہ ہے چند بند نذر قارئین ہیں۔

۱ تو براوج فلک چو گذشتی شہا — سب چون ملائک صلی علیٰ
کیا خوب چلے ہیں محبوب خدا — من مک الی الملاء الاعلیٰ

۲- زصفائی جبین خورشید خجل — رخ روشن تان قربان قمر
تیری زلف سیہ کا بیان ہے مگر — واللیل اذا یغشیٰ الظلما

۳. تو نباز دادا بیری دلہا — ثیا ملک فلک توتی شیدا
اے شاہ رسل، سالار جہاں — لم لا تتلطف یا اسفنا

۴ بہ قبائی تعروک چست بدن — لولاک لما جو تاج بیا سر
تیرا طٰہٰ و یاسین نام و لقب — سلطان عرب ملک البطحا

۵ بکشائی زچہرہ حجاب لیا — ای سبح صحاب مصفن م سیکا
یہ جہاں ہے تیرا مشتاق لقا — قد قام علی الباب السنطیٰ

۶ بہ شفاعت امت لب بکشا — رب خاص رکي آهي تنهن رضا
میں ہوں سائل عاصی در کا گدا — متوسل شد نک العایا

(مخدوم اللہ بخش عاصی کی کہانی ان کے بھانجے مخدوم میر احمد کی زبانی)

۷ مولانا محمد ہاشم انصاری | مولانا محمد حسن چوہی، تلمیذ مولانا عبدالرحمٰن دہبرانی تلمیذ مولانا نظر محمد کے شاگرد تھے۔ (مہران سوانح نمبر ص ۲۷۵)

مولانا محمد ہاشم انصاری کے اعلیٰ استادانہ مقام کی شہرت دور دور تک تھی۔ ان کے شاگردوں میں سندھ کے سینکڑوں علماء واساتذہ شامل ہیں جن میں اس وقت صرف مولانا عبداللہ انصاری کے ہم سبق و ہم جماعت مخدوم امیر احمد مقیم ماتلی ضلع حیدرآباد ہیں۔

مولانا محمد ہاشم انصاری اپنے لائق شاگرد مخدوم امیر احمد سے بے حد شفقت فرماتے تھے مخدوم صاحب نے بھی اپنے استاد کی بافیض صحبت اور ان کی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کردیا تھا۔

تحریک خلافت کا دور تھا۔ مخدوم امیر احمد کو دوران تعلیم ایک الم ناک واقعہ پیش آیا کہ ذاتی اختلافات کی وجہ سے مخادیم کھوڑا کے سجادہ نشین مخدوم شفیع محمد نے اپنے اثر ورسوخ سے مولانا محمد ہاشم انصاری کو ریاست بدر کرادیا لیکن مولانا ہاشم نے اپنے پیارے شاگرد کو اپنے اپنے ساتھ ساتھ رکھا اور مصائب وآلام کے زمانے میں بھی انہیں فارغ التحصیل کراکر چھوڑا۔ مخدوم شفیع محمد، مخدوم امیر احمد کے پھوپھی زاد بھائی تھے لیکن اس کے باوجود ان کو مولانا ہاشم انصاری سے مخدوم صاحب کی رفاقت اور اُن سے تحصیل علم پسند نہ تھی۔ اس لئے انھوں نے ایسے حالات پیدا کردیئے کہ مخدوم صاحب کو اپنے استاد مولانا ہاشم انصاری کے ریاست بدر ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں بھی اپنا آبائی وطن کھوڑا کو چھوڑنا پڑا، اور نوشہرہ فیروز (ضلع نواب شاہ) میں رہائش اختیار کرنا پڑی۔

(سوانح مخدوم امیر احمد قلمی)

۵۔ ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ | سندھ کے نامور اسکالر اور دانشور ہیں ان کا بیان ہے:

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مخدوم امیر احمد جیسے استاد سے ہمیں فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے ہم طالب علموں میں عربی پڑھنے لکھنے کا خاص ذوق پیدا کیا۔ یہ انھیں کا فیض تھا کہ راقم نے ایم اے تک عربی تعلیم میں خاص دلچسپی لی"۔

(مہران سوانح نمبر ص ۲۴۵)